ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

اُردو لغت نگاری میں "مہذب اللغات" کا مقام و مرتبہ

THE PLACE AND POSITION OF "MOHZAB-UL-LUGHAAT" IN URDU LEXICOGRAPHY

*محمد سلیم عباس
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
**علی مرتضیٰ
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
***عامر حسن
لیکچرار، شعبہ اُردو، پنجاب کالج، لاہور

ABSTRACT:

Muhazzab-ul-lughaat is the dictionary of Urdu that consists of 14 volumes compiled by an individual singular. Large enterprises work to compile such a vital dictionary. The Muhazzat Luckhnavi renamed his life to this dictionary and reserved a rare collection of Urdu words and phrases for future generations. Despite this, our critics did not give this dictionary the position and position that came to other dictionaries. This article will compare decent alphabets and other important dictionaries. When the Orientals come to India, the biggest problem they face is the language here. He was ignorant of Indian languages. The East India Company organized language training for newly arrived officers. That is why Orientalists focused on lexicography. An important link in this chain is Fort William College. In addition, some religious purposes were also driven, thanks to which translations of the 'Holy Bible' were also done in the local languages, but overall, significant work was done on lexicography and for Urdu lexicography. When the Orientals come to India, the biggest problem they face is the language here. He was ignorant of Indian languages.

***Keywords**: Muhazzab-ul-lughaat, idividual, Muhazzat Luckhnavi, Indian languages, lexicography*

دنیا کی کسی بھی زبان کی ترقی اور رتبہ اس کے ذخیرہ الفاظ سے منسوب ہے۔ الفاظ ہی زبان کا بنیادی ڈھانچہ ہیں۔ دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں میں الفاظ کی ساخت تفہیم و معنی کی وسعت پر بہت کام ہوا ہے جس کی بڑی مثال اس زبان میں موجود لغات ہیں۔ لغت اور زبان کا تعلق بنیادی اور اہم ہے۔ ہماری زبان اردو کا ذخیرہ الفاظ دنیا کی بڑی زبانوں کے ذخیرہ سے کم نہیں ہے اور یہ زبان ترقی یافتہ زبانوں کا مقابلہ کرنے کی سکت رکھتی ہے۔ اردو لغت نگاری بھی ہماری دیگر اصنافِ شعری کی طرح ایران اور عرب سے آئی۔ اردو کی ابتدائی لغات پر جن لوگوں نے کام کیا ان کے سامنے عربی لغات کے نمونے ہی موجود تھے۔ اردو لغت نگاری کا آغاز سب سے پہلے منظوم نصاب ناموں سے ہوا۔ اس سلسلے کی سب سے پہلی کڑی "خالق باری" ہے۔ یہ منظوم نصاب نامہ کی شکل میں ہے۔ یہ امیر خسرو سے منسوب ہے۔ بقول ڈاکٹر جمیل جالبی:

> "خالقِ باری" بھی انھی (خسرو) کی تصنیف ہے جس میں صدیوں کی دھوپ چھاؤں نے اضافوں اور صفحات سے اس کی شکل بدل کر رکھ دی۔"(۱)

اس کے برعکس اردو کے معتبر محقق پروفیسر حافظ محمود شیرانی اس کو خسرو کی تصنیف نہیں مانتے بلکہ "ضیاالدین خسرو" نامی شخص کی تصنیف مانتے ہیں۔ مگر یہ ایک الگ تحقیقی بحث ہے لیکن تمام ناقدین اس کی قدامت کو مانتے ہیں۔ خالقِ باری میں عربی اور فارسی الفاظ کے ہندی مترادفات و معنی نظم کی صورت میں بیان کیے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ مختصر کتابچہ ہے مگر اس میں بڑی وضاحت سے فارسی، عربی اور ہندی کے الفاظ کی شرح ہے۔ لغت نگار کبھی بھی اپنے علاقہ یا ارد گرد کی زبان سے کنارہ کشی اختیار نہیں کر سکتا۔ وہ اپنی زبان، محاورات کو فصیح مانتا ہے اور اس امر کا اندازہ باقی لغت نگاروں میں بھی لگایا جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ سے لغت نگاروں پر تنقید بھی کی گئی۔ اس مختصر مضمون میں تمام لغات کا ذکر کرنا محال ہے مگر اردو کے چند اہم لغات پر بات کرنا بھی ضروری ہے۔ لغت نگاری کی اس روایت میں میر عبدالواسع ہانسوی کا نام بھی اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کا لغت "غرائب اللغات" بھی اردو لغت نگاری میں اہم مقام رکھتا ہے۔ اسی لغت کو بعد میں خان آرزو نے ترمیم و اضافہ کے ساتھ "نوادر الالفاظ" کے نام سے مرتب کیا۔ اس روایت کی ایک کڑی "امیر اللغات" ہے جس کو امیر مینائی نے مرتب کیا لیکن صرف دو جلدیں ہی مرتب ہوئیں اور امیر مینائی داغِ مفارقت دے گئے۔

اس کے بعد والے دور میں مستشرقین نے لغت نگاری میں اپنا حصہ ڈالا۔ انگریز چونکہ ہمارے ملک میں تجارت کی غرض سے آئے تھے لیکن انھوں نے لغت پر جو کام کیا اس کے پیچھے بھی کچھ مقاصد کار فرما تھے۔ بقول ڈاکٹر صفدر رشید:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

"گیارہویں صدی سے انیسویں صدی کے وسط تک ہندوستان تجارتی حیثیت سے بہت نمایاں تھا۔ اس دور سے انگلستان سے جاپان تک ہندوستانی مال فروخت ہوتا تھا۔ اٹھارویں صدی کے شروع میں مغلیہ سلطنت میں زوال کے آثار شروع ہو گئے۔ ان آثار انحطاط کو یورپی قوموں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا چنانچہ انھوں نے ہندوستان پر قبضہ جمانے کا ارادہ کر لیا۔"(۲)

مستشرقین میں سب سے پہلا اور نمایاں نام 'ٹینی سن' کا ہے جس نے ۱۷۰۷ء میں لغت مرتب کیا اس کے بعد 'جارج ہیڈلے' کا نام آتا ہے۔ اس نے صرف و نحو پر بھی کام کیا۔ اس کے بعد لغت نگاروں کی ایک اہم کھیپ سامنے آتی ہے جن میں 'جان ابراہیم گریرسن'، 'شیکسپیئر'، 'ڈاکٹر فرانسس بال فور'، 'ہنری ہیرس' اور ایک سب سے اہم نام ڈاکٹر جان بارتھوک گلکرسٹ کا ہے۔ ہم محض چند ناموں پر اکتفا کر رہے ہیں۔ حالانکہ لغت مرتب کرنے میں مستشرقین کی ایک طویل فہرست ہے۔

مستشرقین جب ہندوستان میں وارد ہوتے ہیں تو ان کو سب سے بڑا مسئلہ یہاں کی زبان سے ہوتا ہے۔ وہ ہندوستانی زبانوں سے ناواقف تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے نئے آنے والے افسران کے لیے زبان سیکھنے کا اہتمام کیا۔ اسی لیے مستشرقین نے لغت نگاری پر توجہ دی۔ اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی فورٹ ولیم کالج ہے۔ اس کے علاوہ کچھ مذہبی مقاصد بھی کارفرما تھے جس کی بدولت 'انجیل مقدس' کے مقامی زبانوں میں تراجم بھی ہوئے لیکن مجموعی طور پر لغت نگاری پر نمایاں کام ہوا اور اردو لغت نگاری کے لیے راستہ مزید ہموار ہوا۔ بقول ڈاکٹر مولوی عبدالحق:

"زبان کے لیے لغت کا ہونا جیسا کچھ ضروری ہے ہو محتاج بیان نہیں، لیکن لغت لکھنا بڑا ٹیڑھا اور کٹھن کام ہے اور جہاں واسطہ دو زبانوں سے ہوتا ہے وہاں دشواری اور بڑھ جاتی ہے اور بڑا پتا مارنا پڑتا ہے۔ ایک ہماری زبان ہی کیا بلکہ ہندوستان کی اکثر زبانوں کی لغات یورپیوں اور خصوصاً انگریزوں نے لکھی۔"(۳)

اردو فارسی لغات چنانچہ لغت نگاری کے کسی منضبط اصول کے بغیر ترتیب دیے گئے تھے لیکن مستشرقین کی وجہ سے اردو لغت نگاری میں اصول و ضوابط بنائے گئے اور باقاعدہ اس کو ایک علم کا درجہ دیا گیا اور اس علم کی اہمیت و افادیت اجاگر کی گئی۔ اس طرح لغت نگاری تین سطحوں پر جاری تھی۔ پہلی سطح پر اردو فارسی لغت نگاری دوسری لغت نگاری انگریزی سے اردو اور تیسری اردو سے اردو میں ان تینوں جگہ پر کام کا آغاز ہو چکا تھا۔

اردو میں لغات کے ساتھ ساتھ فرہنگیں بھی مرتب ہونے لگی لیکن فرہنگیں مصطلحات اور امثال پر مبنی تھی جن میں امام بخش صہبائی کی کتاب "رسالہ صرف و نحو قواعد اردو" جس میں الفاظ کے معنی کی بحث بھی موجود ہے۔ حالانکہ یہ صرف و نحو کی اولین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ محمد نجم الدین کی "نجم الامثال"، نیاز علی بیگ نکہت کی "مخزن القواعد"، منشی چرن جی لال کی "مخزن المحاورات"، عاشق لکھنوی کی "بہار ہند"، مولوی سید احمد دہلوی کی "مصطلحات اردو" اور "لغات النساء" یہ لغات کم اور فرہنگیں زیادہ تھیں۔ اردو زبان کی باقاعدہ لغت نگاری جس میں لغت کو مرتب کرنے کے تمام امور کو مدِ نظر رکھا گیا۔ سید احمد دہلوی کی "فرہنگ آصفیہ" ہے۔

"فرہنگ آصفیہ" سے قبل مولوی سید احمد دہلوی رسالہ "ارمغان دہلی" کے ذریعے لغت نگاری کا کام شروع کر چکے تھے۔ "فرہنگ آصفیہ" اس رسالہ میں ۱۸۵۸ء سے ۱۸۸۸ء میں قسط وار چھپتی رہی اور بعد میں نظام دکن کی امداد اور سرپرستی سے ان رسائل کو یکجا کر کے لغت کی صورت میں شائع کیا اور سلطنت آصفیہ کے نام سے معنون کیا۔"(۴)

"فرہنگ آصفیہ" آج تک اردو کا ایک اہم لغت تصور کیا جاتا ہے مگر یہ ایک طرح سے کافی زیادہ متنازع بھی رہا ہے کیونکہ اس پر بہت زیادہ اعتراض وارد ہوئے ہیں۔ اس لغت کو فحش الفاظ کا مرکز سمجھا گیا اور اس کی طوالت پر بھی اعتراض لگایا گیا۔ تحقیق الفاظ میں بھی سقم تلاش کئے گئے اور داغ دہلوی تو سید احمد دہلوی کو اہل زبان ماننے سے بھی انکاری ہیں۔ "فرہنگ آصفیہ" پر ایک بڑا اعتراض یہ لگا کہ دہلوی صاحب صرف دہلوی محاورات کو ہی مستند تسلیم کرتے ہیں اور اپنی زبان کے معیار کو ہی فصیح مانتے ہیں لیکن تمام تر اعتراض کے باوجود یہ لغت اردو کی لسانی لغت نگاری کا آغاز کرتی ہے اور بعد کے لغت نگاروں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور اس لغت کو نمونے کے طور پر اپنے سامنے رکھا۔ سید احمد دہلوی انگریزی لغت نگاری کے قوانین سے بھی واقفیت رکھتے تھے اور تجربہ بھی۔

"فرہنگ آصفیہ" کے اعتراض کا ذکر کرنا اس لیے ضروری ہے تا کہ ہمیں علم ہو سکے کہ اردو کے تمام اہم اور بڑے لغات پر ہمیشہ اعتراضات لگائے جاتے رہے ہیں۔ اعتراضات کچھ تو درست ہوتے ہیں کیوں کہ لغت نگاری ایک مشکل اور وسیع فن ہے اس میں سقم رہ جانا عام بات ہے لیکن کچھ اعتراض معاصرانہ چشمک کی وجہ سے بھی لگائے جاتے ہیں۔ یہ بات بھی حقیقت ہے کہ لغت نویسی فردِ واحد کے بس کا کام نہیں ہے۔ اس پر لغت نگاروں نے اپنی آدھی عمریں صرف کی ہیں۔ مستند لغت کی تیاری میں لغت نگار کو عرق ریزی اور دقیق نظری سے کام کرنا ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی سقم رہ جاتے ہیں۔ اس مشکل فن میں طبع آزمائی کرنا دشتِ پر خار میں قدم رکھنے کے مساوی ہے۔

اسی نوعیت کے اعتراضات اردو کے باقی لغات جن میں "فرہنگ اثر"، "جامع اللغات"، "نوراللغات"، "فیروزاللغات"، "فرہنگِ عامرہ" جیسے اہم لغات پر بھی وارد ہوتے رہے ہیں اور ان اعتراضات کی زد میں ۲۲ جلدوں والا بڑا اور اہم لغت "اردو لغت تاریخی اصول پر" بھی نہ بچ سکا۔ رشید حسن خاں نے اس لغت پر متعدد اعتراض لگائے ہیں اور اپنے اعتراضات پر دلائل بھی دیے ہیں جس کے بعد اردو کا سب سے بڑا لغت بھی بچ نہیں سکا اور یہ اعتراضات آج تک بھی سوالیہ نشان بنے ہوئے ہیں۔

"اردو لغت تاریخی اصول پر" ایک طویل مدت میں مکمل ہوا۔ اس کی تیاری ایک بڑے ادارے نے مکمل کی۔ اس کی نگرانی جید محقق اور لغت شناس کرتے رہے۔ ان میں اہم نام مولوی عبدالحق، جمیل الدین عالی، شان الحق حقی، جمیل جالبی، شامل ہیں۔ اس ادارے کی تمام تر کوششوں اور ماہرین کی نگرانی کے باوجود اگر اس لغت میں سقم موجود ہیں تو اردو کے باقی لغات ان الزامات سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ اردو زبان میں دو لغت اپنی ضخامت کے لحاظ سے اپنا الگ مقام رکھتے ہیں جن میں ایک "اردو لغت تاریخی اصول پر" اور دوسرا "مہذب اللغات" شامل ہیں۔ اول الذکر ایک انجمن نے تیار کیا جس کے پاس تجربہ کار لوگ اور وسائل موجود تھے لیکن ثانی الذکر ایک تنِ تنہا فرد نے مرتب کیا۔

"مہذب اللغات" ضخامت کے لحاظ سے دوسرا بڑا لغت ہے جو کل چودہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کے مؤلف مہذب لکھنوی کا مکمل نام سید محمد مرزا تھا۔ مہذب کے دادا مرزا عشق اپنے وقت کے بہت بڑے مرثیہ گو تھے اور لکھنؤ میں میر انیس اور دبیر کی موجودگی میں اپنا رنگ قائم کیا جو دبستانِ عشق کے نام سے مشہور ہوا۔ مہذب کو زبان دانی وراثت میں ملی تھی اور خود بہت اعلیٰ پائے کے شاعر اور مرثیہ نگار تھے۔ لکھنؤ کی زبان کی رنگینی و لطافت اور چاشنی سے بخوبی آگاہ تھے۔ مہذب کی تعلیم و تربیت کے ضمن میں جعفر رضا رقم طراز ہیں:

> "مہذب کی تعلیم و تربیت ان کے والد کی نگرانی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم رواجِ زمانہ کے مطابق گھر پر ملازم رکھ کر دی گئی۔
> اس کے بعد مقامی عربی مدارس میں داخلہ لیا، مدرسہ ناظمہ لکھنؤ سے ممتازالافاضل کی سند حاصل کی اور لکھنؤ یونیورسٹی سے
> دبیر کامل کا امتحان بھی پاس کیا۔"(۵)

مہذب نے لغت پر کام اس زمانہ میں شروع کیا جب ترقی پسند تحریک اپنے عروج پر تھی۔ مہذب اس تحریک سے زیادہ پر امید نہ تھے بلکہ ان کو اس تحریک کی طرف سے کچھ بدگمانیاں لاحق تھیں کیونکہ اس تحریک نے شاعری کے بنے بنائے اصولوں پر کاری ضرب لگائی۔ انفرادیت کے مقابلے میں اجتماعیت کو رجحان ملا۔ مہذب کو اندیشہ تھا کہ یہ تحریک زبان و بیان کے موجودہ اصولوں کو ختم کر دے گی اور اردو کی وہ شیرینی و لطافت جو اس کا حسن ہے ختم ہو جائے گی۔ اس لیے وہ چاہتے تھے کہ ترقی پسند تحریک اگر مقبولِ عام ہو بھی جائے تو زبان کا ایسا نمونہ محفوظ رہے جس کے آئینے میں زبان کی قبل و بعد کا موازنہ ممکن ہو سکے اور یہی وجہ ہے کہ "مہذب اللغات" میں دہلوی اور لکھنوی بول چال اور قواعد و صرف کی وضاحت پر زور دیا گیا ہے۔ اسی وضاحت کو بعض ناقدین نے مہذب کی کمزوری قرار دیا ہے۔

کوئی بھی لغت نویس اپنی ارد گرد بولی جانے والی زبان محاورہ اور لفظیات سے کنارہ کشی اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ مہذب اپنی زبان کو مستند تصور کرتے ہیں اور دیگر لغت نگار بھی اس چھاپ سے محفوظ نہیں ہیں۔ یقیناً ان پر بھی ان اعتراضات کا اطلاق ہو گا۔ مثال کے طور پر آپ اردو کے اولین لغت "نوادرالالفاظ" کو ہی دیکھیں تو اس میں خان آرزو دہلوی زبان محاورہ بول چال کو ہی فصیح اور مستند تصور کرتے ہیں۔ "فرہنگِ آصفیہ" میں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ صاحب فرہنگِ آصفیہ بھی دہلوی محاورے اور زبان کو مستند تسلیم کرتے ہیں۔ یہ لسانی گروہ بندیاں دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں دیکھنے کو مل جاتی ہیں۔ اردو کی سابقہ لغات میں لفظ کی سند کے ضمن میں اشعار کا اندراج ملتا ہے اور مہذب نے بھی اس روایت کو جاری رکھا۔

مہذب نے جب لغت کا آغاز کیا تو یہ پہلے سو سو صفحات کی شکل میں شائع ہوا۔ مہذب کو تب مالی دشواریوں کا سامنا تھا جس کا اعتراف وہ کھل کر کرتے تھے۔ مہذب کا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

یہ کام ضخامت کے لحاظ سے کافی بڑا تھا اس کے لیے مالی معاونت بھی زیادہ درکار تھی۔ مہذب نے لغت کی تالیف کا کام ۱۹۲۹ء میں شروع کیا مگر اس کی پہلی باقاعدہ اشاعت ۱۹۵۸ء میں ہوئی۔ یقیناً اس تاخیر کا سبب مالی پریشانی رہا ہو گا مگر اس عرصہ میں مہذب نے حکومت وقت سے امداد طلب کی اور یہ سلسلہ آخری جلد کی اشاعت تک جاری رہا۔ مہذب نے لغت نگاری کے علاوہ ایک ادارہ "انجمن محافظ اردو" ۱۹۶۰ء میں قائم کیا جو کتب کی تالیف کرتا تھا۔

"مہذب اللغات" کی اشاعت کے ساتھ ہی اس پر اعتراضات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان اعتراضات کا تشفی بخش جواب مہذب اگلی جلدوں کے دیباچے میں دیتے رہے مگر پھر اعتراضات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے کام میں پوری جانفشانی سے لگ گئے اور زندگی کا بقیہ حصہ اسی کام پر صرف کر دیا۔ سب سے بڑا الزام قول فیصل پر لگایا گیا کیونکہ مہذب نے لفظ کے ضمن میں تمام اندراجات کے بعد اپنی رائے دی ہے اور لفظ کے درست استعمال کے ساتھ ہی عام و خواص اس لفظ کو کس طرح ادا کرتے ہیں اس کی بھی وضاحت کی ہے۔ ساتھ ساتھ دہلی اور لکھنؤ میں استعمال ہونے کا فرق بھی واضح کیا ہے۔ مہذب پر جو یہ اعتراض لگایا گیا ہے کہ وہ لفظ کے ضمن میں اپنی رائے کو اہمیت دیتے ہیں۔ یہ ایک حد تک درست بھی ہے کیونکہ فردِ واحد کی رائے جتنی بھی معتبر ہو اعتراضات کی زد میں ضرور رہتی ہے۔ مہذب فصیح اور غیر فصیح الفاظ کے معاملے میں بہت حساس تھے اور زبان کو اس کی اصل خوب صورتی کے ساتھ محفوظ کرنا چاہتے تھے۔

اس کے علاوہ املا پر بھی کچھ اعتراضات لگائے گئے ہیں مگر یہی اعتراضات مہذب سے پہلے والی لغات پر بھی لگائے گئے تھے۔ کسی بھی لفظ کے درست املا کے لیے ہمیشہ لغت سے رجوع کیا جاتا ہے کیونکہ لغت میں درست املا کا اندراج ہوتا ہے۔ مہذب نے باقی لغات کے املا سے کئی جگہ پر اختلاف کیا ہے اور وہی سابقہ لغات کا املا بھی درج کیا ہے اور پھر اپنا موقف دیا ہے۔ اگر املا کی بات کی جائے تو ہمارے ہاں آج تک املا کے معاملے میں اختلاف موجود ہے اور جس دور میں مہذب لغت مرتب کر رہے تھے اس وقت اردو املا پر کوئی مستند کام بھی موجود نہ تھا۔ بعد میں ہمارے محققین نے اردو املا پر توجہ دی اور کچھ کتب سامنے آئیں۔ رشید حسن خاں اور گوپی چند نارنگ دو ایسے نام تھے جنھوں نے سب سے پہلے املا پر کام کیا جس کے بعد املا کے اختلاف میں سابقہ شدت کچھ حد تک کم ہوئی۔

ہمارے ناقدین "مہذب اللغات" کو جدید لغت نگاری کے اصولوں کو مدِ نظر رکھ کر اعتراضات لگاتے ہیں اور اس لحاظ سے وہ اعتراض ایک حد تک درست بھی ہے کیونکہ مہذب جدید لغت نگاری کے اصول و ضوابط سے واقف نہ تھے اور نہ کوئی ایسا نمونہ ان کو پیشِ نظر تھا جس کی وہ پیروی کرتے۔ اس کے باوجود مہذب نے جتنا بڑا کام کیا ہے ہم ان سے اس سے زیادہ کی توقع بھی نہیں کر سکتے۔

مہذب نے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ اس کام پر صرف کیا اور اردو کے نئے لغت نگاروں کے لیے ایک بہت بڑا ذخیرہ الفاظ محفوظ کر لیا جس سے ہر مکتبِ فکر کے لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ ان کا تعلق چاہے ادب کی کسی بھی صنف سے ہو۔ مہذب اس کام کے لیے جنون کی حد تک چلے گئے تھے۔ اپنی بینائی بھی کھو دی مگر اس کے باوجود آخری جدوجہد بھی مکمل کی جس میں ان کے بیٹے نے ان کی مدد کی۔ "مہذب اللغات" کی پہلی جلد ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی اور آخری چودھویں جلد ۱۹۸۹ء کو منظرِ عام پر آئی مگر اس کی اشاعت سے قبل ہی مہذب داغِ مفارقت دے گئے۔ "مہذب اللغات" فردِ واحد کا مرتب کردہ اردو کا سب سے ضخیم لغت ہے مگر اس کو وہ مقبولیت نہ مل سکی جس کا وہ مستحق تھا۔ ہمارے ناقدین نے اس لغت کے اعتراضات کو دیکھتے ہوئے اس کو وہ اہمیت نہیں دی جو دوسرے لغات کے حصے میں آئی۔ اُردو لغت پر دوسرے موضوعات کی نسبت کم لکھا جاتا ہے۔ اس لغت کو اگر مطلوبہ پذیرائی نصیب نہیں ہوئی تو اس میں ہمارے محقق کا بھی قصور ہے کیوں کہ آج کل جو تحقیق دیکھنے کو مل رہی ہے وہ "شخصیت و فن" تک ہی محدود ہو کر رہ گئی ہے جس کی بدولت باقی اہم موضوعات تشنۂ تحقیق ہیں۔ ہمارے نئے محققین کو چاہیے کہ اس طرف توجہ مبذول کریں تا کہ یہ قیمتی سرمایہ آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ ہو جائے۔

حوالہ جات

۱۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دہم، مارچ ۲۰۱۸ء، ص: ۳۴

۲۔ صفدر رشید، مغرب کے اردو لغت نگار، لاہور: مجلس ترقی ادب، جون ۲۰۱۵ء، ص: ۱۲

۳۔ عبدالحق، مولوی، ڈاکٹر، انگریزی اردو لغات اور انجمن کی انگریزی اردو لغت، مشمولہ: لغات: تحقیق و تنقید، مرتبہ: رؤف پاریکھ، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۰ء، ص: ۱۷

۴۔ نذیر آزاد، ڈاکٹر، اردو لغت نگاری: روایت و ارتقا، پلوامہ: اے آر آزاد میموریل فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء، ص: ۱۸۱۔۱۸۲

۵۔ جعفر رضا، دبستانِ عشق کی مرثیہ گوئی، الہ آباد: شبستان شاہ گنج، ۲۰۱۳ء، ص: ۳۵۳